رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

# الحکم

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے



ایڈیٹر: شیخ یعقوب علی ۔ تراب احمدی

جلد ۲۲ | قادیان دار الامن و الامان ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۲۳

## نظم

ہم پر ہے فضل بے حد یہ کر دیا خدا نے
ہم عاصیوں کو عیسےٰ نازل ہوا بچانے
بگڑی ہوئی تھی ساری امت حالت تھی بیکسی کی
چاروں طرف سے گھیرا اس کو تھا ہر بلا نے
تھا کفر و دہریت کا چاروں طرف تسلّط
اس حال بد میں گذرے تھے سینکڑوں زمانے
عالم بگڑ چکے تھے عامل گذر چکے تھے
جو بھی ستون دین تھے سب تھے ہوئے پرانے
دنیا سے تھی محبت تھی دین سے حقارت
آنے نظر تھے جو کچھ پکڑے تھے وہ ریا نے
مکر و فریب نے تھا پھیلایا جال ہر سو
لیتے جو کام اس سے کہلاتے وہ سیانے
دین محمدی کو وہ کھیل تھے سمجھتے
لاکھوں نکل چکے تھے اس دین سے گھرانے
دینی امور میں تھا بس ہو رہا تمسخر
ہر سو تھے گائے جاتے دنیا ہی کے ترانے
اس تک جو پہنچی نوبت آئی خدا کو غیرت
چاروں طرف دبایا دنیا کو پھر وبا نے
جو جو بھی ہاتھ آیا لقمہ اُسے بنایا
کھا کھا کے تر نوالے لوٹے مزے قضا نے
جو تھے دلوں کے اندھے جو ہو چکے تھے گند
آئی پلیگ اُن کا نام و نشاں مٹانے
جس جا تھی بستی بستی اسکی مٹائی ہستی
جڑ سے اکھاڑ پھینکا اس جا کو زلزلہ نے

(انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و پبلشر و پروپرائٹر طبع ہو کر شائع ہوا)

اسلئے کہا اچھا بتلاؤ کیا جانتے ہو - میں نے بھی اسکے سوال کا جواب دینے سے عمداً دو دفعہ انکار کیا - پھر اس نے تکرار کیا - میں نے اسکو کہا کہ اگر میں نے تم کو بتایا تو تم کو غصہ آجائیگا - اور پھر اُس نے چوتھی دفعہ کہا کہ آپ ضرور بتلا دیجئے - اور ابھی میں بتلانے ہی لگا تھا - کہ اس کا رنگ فق ہونا شروع ہوا - اور جونہی کہ میں نے پیروکیو یعنی دلے کا لفظ منہ سے نکالا ہی تھا کہ وہ غصے سے لال پیلا ہو کر کہنے لگا - اگر آپ خشکی پر ہوتے - تو دانت باہر نکال دیتا - میں نے کچھ مسکراتے ہوئے کہا - ہاں اگر میں تم کو اسکا موقع پہلے دیتا - اس پر کچھ دیر دانت پیسنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلا گیا - اور جب تک میں تختۂ جہاز پر رہا - اس نے میرے سامنے آنکھیں نہیں کیں - اس کے بعد میری دلیر خیال آیا کہ کیا واقعی میں نے مندرجہ بالا قاعدہ مسلمہ کے ماتحت اسکی فطرت کا صحیح اندازہ کر لیا ہے یا نہیں - کیونکہ ممکن ہے کہ اسکو اس وجہ سے دکھ محسوس ہوا ہو - کہ یہ کام یعنی زنا میرے نزدیک برا تھا - بسا اوقات ایک شخص ایک کام کو کرنا جائز کیا اچھا سمجھتا ہے - لیکن اسکو اسلئے نہیں کرتا - یا ظاہر کرتا ہے - کہ وہ اسکو برا مناتا ہے - کہ دوسرے اس کام کو برا یقین کرتے ہیں - اور اسکے کرنیوالے کو نفرت سے دیکھتے ہیں ۔

یا یہ ممکن ہے کہ وہ اسے برا تو سمجھتا ہے - لیکن چونکہ اپنے اجتماع میں اسکے کرنیوالے بہت سے اشخاص پائے جاتے ہیں - اور اس سبب سے اس کے نزدیک گناہ کی اہمیت بہت کم رہ جاتی ہو یا بالکل ہی نہیں - اور نہ اسے احساس رہتا ہے یا ہے ... کہ اسے اچھا تو سمجھتا ہے - مگر اس کے کرنے ... اس کے ظاہر ہونے سے کچھ برا منتا

ہے - جیسا کہ جماع میں یا چھوٹے چھوٹے پیشوں و حرفوں میں یہ وہ خیالات تھے - جو اس وقت میرے ذہن میں آئے - اور موقتاً اس پہلو کو اختیار کو بے سود اور آزمائشی فیصلے کو ملتوی رکھا - اس نکتہ کے متعلق میرے شبہات کہانتک درست تھے یا غلط - آپ صاحبان کو آگے جا کر معلوم ہو جائیگا

**بحیرۂ قلزم** بحیرہ قلزم میں کبھی کبھی ہم بعض جزیروں یا پہاڑوں کے اس پار سے گزرتے تھے - اور مجھے ان کے حالات دریافت کرنیکا بڑا شوق تھا - لیکن افسوس نہ تو کوئی عمدہ جاننے والے مسافر مجھے ملے اور نہ ہی جغرافیہ کی کتاب میرے پاس تھی - اللہ تعالیٰ کا شکر ہے - کہ اس جنگ کی وجہ سے مجھے بعد جغرافیہ عرب کے مطالعہ کرنے سے ان کے متعلق بخوبی واقفیت ہو گئی اور آتے ہوئے بعض افسران جہاز کی مدد سے ان کا پتہ نشان بھی ملتا گیا - اس لئے بعض دلچسپ واقعات ان کے متعلق اپنے موقعہ پر بیان کئے جائینگے ۔

احباب کو یاد رہے - کہ میں جب تک جہاز پر رہا ننگے سر اور ننگے پاؤں ہی پھرتا رہا - کیونکہ جیسا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں - کہ جیسے ہماری بعض چیزیں چرائی گئیں تھا سمندر بہا کر لے گیا - ان میں میری ٹوپی اور بوٹ اور سلیپر بھی تھا - ایک سلیپر کو تو میں نے خود لہر کے ساتھ سمندر میں جاتے ہوئے دیکھ لیا ۔

**نہر سویز** جب ہم سویز میں پہنچے تو نہر سویز کا منظر بہت ہی خوبصورت تھا - بڑے بڑے جہاز ادھر ادھر خوبصورت بلند محلوں کی طرح ساکن پانی میں بالکل ساکن کھڑے تھے - اگن بوٹ کشتیاں ادھر ادھر پانی کو چیرتی پھاڑتی جا رہی تھیں - نہر

کے ایک طرف ریت کے ٹیلے تھے مورچے باندھے ہوئے تھے - اور دوسری طرف شہر سویز سینا ہیا نہ پہرہ کر رہا تھا جونہی کہ ہمارے جہاز نے لنگر ڈالے بہت سی کشتیاں آ اکٹھی ہوئیں ہم نے ان میں سے ایک کشتی لی - اور ساحل کا راستہ لیا - ہمارے ساتھ دو ہندو مع اپنے کنبہ کے تھے - ان میں سے ایک نے یہ دیکھ کر کہ میرے سر کو دھوپ لگ رہی ہے - چھتری تان کر میرے پاس آ بیٹھا - اور بڑی شفقت سے مجھ پر سایہ کیا - مجھ سے انہوں نے پوچھا - کہ کہاں جا رہے ہو تو ایک عجیب انداز و نہج سے کہ جو فخر اور خوشی اور امنگوں کا مظہر تام تھا - میں نے بجائے یہ کہنے کے کہ مصر یا قاہرہ کو جا رہا ہوں - جھٹ سے کہا کہ ازہر یونیورسٹی کو اور غالباً اہل مصر کے اسٹیشن سے لیکر سویز یا قاہرہ تک جس کسی نے یہ سوال کیا - اسکو بڑی متانت اور سنجیدگی اور خوشی و فخر سے پھولکو یہی جواب دیا - گویا ازہر یونیورسٹی میرے ارشاد کا آخری نقطہ تھا - اور جس کو سب لوگ جانتے تھے - یا کم از کم یونیورسٹی کا نام تو بیچاران کے دلوں پر رعب ڈالتا ہوگا جیسے کہ میرے سر پر چھتری تاننے والے ہندو صاحب پر واقعی اس کا رعب بھی پڑا اور وہ آگے سے بھی زیادہ میری عزت کرنے لگا - مجھے اپنے بے ٹوپی اور بے پاپوش ہونے پر تھوڑی سی شرم بھی آتی تھی - اس لئے اپنے نئے رفیق کے ساتھ سمندر کی دکھ بھری سرگزشت چھیڑ دی اور باتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ میرا سامان چوری ہو گیا تھا - اور اس طرح جتلا دیا - کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں ہونے کی یہی وجہ ہے - ان ہندو صاحبان نے ہمارے ساتھ بہت تواضع اور شفقت کا برتاؤ کیا - معلوم ہوتا ہے - کہ وہ اپنے وطن میں جا کر اپنی وطنیت پورے مظہر میں ظاہر

ہوتی ہے - کیا اس لئے کہ کثرت اجنبیت میں انہیں قلت وطنیت کا شعور دلوا یا زیادہ ہوتا پچھا محسوس ہوتا ہے ۔

## مصری دلال سے واسطہ

۱۹ اگست ۱۹۱۳ء کو ساڑھے دس بجے سویز میں ہم کارنٹینس کے اسٹیشن پر پہنچے - وہاں ایک بزرگ باریش سفید عرب ہماری مدد کیلئے آئے اور وہ مسافروں کے دلال تھے - ظاہر میں نہایت ہی متقی اور شریف انسان معلوم ہوتے تھے - اور خود بھی انکو دیانت داری کا بہت بڑا دعوٰی تھا چنانچہ مجھے کئی دفعہ انگریزی میں کہا - آئی - ایم - ویری آنسٹ مین - یعنی میں بڑا دیانت دار آدمی ہوں - تو جرح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں - اور تھی بھی نہیں ایک ہندی کیلئے جو پہلے ہی اپنے عربوں پر حسن اعتقاد رکھتا ہو یہ تاکید کرنا بے محل کیا لغو اور باعث شرم تھا - ہمارے دل نہایت خوشی سے بھر کر ہوئے کہ ہم نے اس مقدس زمین میں قدم رکھا ہے جہاں سے چشمہ ہدایت پھوٹا - اور ایک عالم کو مدت تک سیراب کرتا رہا ہے - خیر ہم ان کے ساتھ ریلوے سٹیشن کی طرف چل پڑے دھوپ بہت سخت تھی اور سمت تپتی ہوئی تھی چونکہ میرے بوٹ اور ٹوپی اور بعض دیگر اسباب چرائے گئے تھے اس لئے مجھے ننگے پاؤں اور ننگے سر ہی چلنا پڑا یہی پہلا دن تھا - کہ مجھے ایسا اتفاق ہوا - لوگ ادھر ادھر سے دیکھ کر حیران ہوتے تھے - کہ اس عینک پہنے ہوئے شائستہ انسان کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ ننگے پاؤں ننگے سر ایک دو قلیوں سے اسباب اٹھوا کر اسٹیشن کو جا رہا ہے - انکی حیرت کے آثار ان کے چہرے پر جلد ہی زائل ہو جاتے ہوئے معلوم ہوتے

تھے۔ غالباً کوئی ہندی درویش خیال کرتے ہونگے کیونکہ ان کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ پلاؤ یکو اگر اس میں خاکستر ڈالدیتے ہیں! میری اپنی یہ حالت تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکرانے بجالا رہا تھا ایک تو اسلئے کہ سمندر کی سو آفتوں سے خدا خدا کر کے بچکر کنارے سلامت پہنچے ؛

## ایک عملی سبق

دوسرے اس لئے کہ اس سے پہلے اس الٰہی نصیحت کی کبھی بھی قدر نہیں آئی تھی۔ ننگے پاؤں ننگے سر ننگے بدن یتیموں فقیروں کو میں دیکھتا تھا۔ اور مجھے کبھی بھی اُن کے احساسات انکی مصیبتوں کا پورا اندازہ نہ ہوتا تھا اور پھر یہ بھی ممکن تھا۔ کہ ہمارا سارا سامان اور روپئے گم جاتے۔ اور ہمیں بھی ویسی ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا۔ جو بے زور بے مال لوگوں کو ہوتا ہے۔ یہ پہلا وقت تھا۔ کہ مجھے دوسروں سے ہمدردی کرنیکا عملی سبق ایسا ملا کہ میں اسکو پھر بھولا نہیں ہوں جب ہم اسٹیشن پر پہنچے تو میں نے اس بوڑھے عرب کو کہا کہ مجھے بازار میں بعض ضروری چیزوں کے خریدنے کی حاجت ہے۔ اس لئے میرے ساتھ بازار چلو کہنے لگا کہ آپکو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے میں خود جاکر لے آتا ہوں۔ اور میں نے اسے جھٹ دو پونڈ نکال دیئے۔ اس نے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ جب تک میں واپس نہ آؤں یہ آپکے ساتھ رہیگا۔ آپ فکر نہ کیجئے میں چند منٹ میں حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ بھلا فکر کیا تھا۔ مجھے تو اسکے حسن معاملہ سے جو کچھ عربوں کے متعلق آگے حسن ظن تھا۔ وہ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اور شیخ صاحب کو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کے اخلاق بہت عمدہ ہیں! ہم

ٹکٹ خرید کر ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ اور اس کا انتظار کرنے لگے۔ اب بیس منٹ گزرتے ہیں آدھ گھنٹہ گزرتا ہے۔ ادھر سے گاڑی کوک دیکر اسٹیشن سے روانہ ہوتی ہے۔ لیکن وہ بزرگ واپس نہ آئے۔ اور ادھر سے ان کے بیٹے نے ہم سے اپنی مزعومہ خدمت کے عوض میں ریوؤں کا مطالبہ کیا۔ ہم ہکے بکے رہ گئے۔ ہمنے اسکو سمجھایا کہ تمہارے والد نے ہم سے اتنا روپیہ لیا ہے۔ وہ ابھی تک آیا نہیں۔ اور بجائے اسکے کہ ہمیں تم سے لینے کا حق ہے۔ تم ہم سے الٹا مطالبہ کرتے ہو۔ لیکن ان سے اس بات کو ایک جھوٹا اتہام قرار دیتے ہوئے ہمیں گالیاں نکالنی شروع کردیں۔ اس کمرے میں پولیس مین بھی کھڑا تھا۔ جس کا فرض غالباً یہی تھا۔ کہ وہ مسافروں کی ہر طرح سے وقت پر مدد کرے۔ میں نے اسکو انگریزی میں مخاطب ہوکر کہا کہ اس بدمعاش کا والد ہمارے روپئے لیکر بھاگ گیا ہے۔ اور یہ اور روپیہ لینے کیلئے ہمیں گالیاں بھی سنا رہا ہے۔ لیکن باوجود میرے شور مچانے کے وہ پولیس مین اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلا اور ٹکٹکی باندھے ہوئے ہمیں دیکھتا رہا۔ مجھے اور بھی غصہ آیا۔ میں نے تیز اور بلند آواز سے اس شخص کو گالیاں نکالنی شروع کردیں اور اٹھ کر اس پر لپکا اور غالباً شیخ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن بعد میں اس پر وہ چلتی گاڑی سے باہر نکل گیا۔ میں دوسرے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ کہ ان کو اس حادثے سے بہت افسوس ہوا۔ اور بعض نے آپسمیں بڑبڑا کر ہمدردی کا اظہار بھی کیا۔ لیکن انکو یہ حیرت بھی تھی کہ یہ ننگے سر اور ننگے پاؤں کیوں ہے.....

اس نے رخی نے ہمکو مردہ تھا بس بنایا
احمدؐ مسیحا بن کر آئے ہمیں جلانے

ایمان ہے جو لایا حق نے اسے بچایا
پر منکروں کو مارا ہے نخوت و انا نے

بدقسمتی سے اپنی اندھے ہوئے ہیں جاہل
ہو کر جو حق کے دشمن اس کو لگے ستانے

جو جو بھی بدعتیں تھیں جب اسنے سب مٹائیں
اس مردِ حق کے دشمن سب ہو گئے ملانے

غمخوار اپنا آیا جسنے ہے حق دکھایا۔
پر کچھ قدر کی نہ حق کی اس قوم بے وفا نے

سب سے برے تو وہ ہیں جنہوں نے حق کو پایا
پھر خود لگے وہ حق کے اس نور کو بجھانے

کیوں جان و دل نہ دیویں مہدی پہ اپنے
دریائے نے بہا سے ہیں بھر دئے خزانے

تم خود ہی یہ بتاؤ کس شان کا وہ ہوگا
جس کو سلام بھیجا ہو آپ مصطفےٰؐ نے

تاریکئ گناہ نے عالم تھا ڈھانپ رکھا
ہے کر دیا منور یہ حق کی اس ضیا نے

ہاں خشک ہو چلا تھا اسلام کا یہ پودا
گر وقت پر سنبھالا ہوتا نہ اس گھٹا نے

بھنور میں ڈوب جاتی امت کی آج کشتی
ہاں پار گر لگائی ہوتی نہ ناخدا نے

اے قوم جاگ جلدی خواب گراں سے اپنی
تجھکو ہے تیرا ہادی اب آگیا جگانے

آیا جو حق تو باطل بھاگا ہے دُم دبا کر
اندھوں کو راہ سیدھی حق آگیا دکھانے

خنزیر کو مار ڈالے سب توڑ دیں صلیبیں
مہدی مسیح بن کر اس اپنے میرزا نے

عیسےٰ کو آسماں پر بٹھلا رہے ہیں جاہل
جو ہے رسول افضل اسکو لگے دبانے

ہیں کہہ رہی حدیثیں کہ چودھویں صدی میں
وہ آئیگا مسیحا بھولوں کو راہ بتانے

شمس و قمر نے جسکی رمضان میں دی شہادت
بتلایا یہ نشاں تھا جو شاہِ دوسرا نے

غرض کہ پیشگوئیاں سب ہو چکی ہیں پوری
ہم لے آئے ہیں ایماں مانے کوئی نہ مانے

آقا ہے وہ ہمارا ہم ہیں غلام اس کے
محبوب وہ ہمارا بھیجا ہے جو خدا نے

جو کام ہو نہ سکتا تھا کر ہزار کرتے
وہ کام کر دکھایا میرزا کی اک دعا نے

دیکھے حسین لاکھوں دل میں نہ کھپے ہرگز
تڑپا دیا ہے دل کو اس ایک خوش ادا نے

لاکھوں ہوئے ہیں شیدا حسن و ادا پہ اسکے
مستانے سب بنائے اسکی ہی اک نگہ نے

کیا بدنصیب ہیں وہ جنہوں نے منہ ہے پھیرا
جنکو تھا جام وحدت ساقی لگا پلانے

اس قوم نے اگرچہ اس کا ہے ساتھ چھوڑا
چھوڑا نہ ساتھ پھر بھی ہمدرد آشنا نے

اشرف تجھے دکھائی مولا نے راہ سیدھی
تجھکو کسی سے کیا ہے تو چھوڑ سب فسانے

(خاکسار محمد علی اشرف ہیڈماسٹر تلونڈی جھنگلاں)

---

شیخ ابراہیم علی بغداد سے احباب سے

درخواست

دعا

گھر گئے ہیں

## بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جاویگی کہ حضرت منشی اروڑے خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۵ اکتوبر کی رات کو بعد نماز مغرب اس دار فانی سے عالم بقاء کو سدھارے مرحوم احمدیت کا زندہ نمونہ تھا - مرحوم کی خوبیاں تو ایک بسیط مضمون لکھوانے کو ہیں جو اپنے وقت پر چھپکر ناظرین کو پہنچ جاویگا - مرحوم کو حضرت مسیح موعود سے ایک خاص عشق تھا - پنشن لیکر قادیان میں ایسے بیٹھے - کہ محبوب کے دروازے سے پھر نہ اٹھے - گزشتہ دو سال سے قرآن کریم کو اپنی آنکھوں سے دم بھر کے لئے جدا نہ کرتے ہر وقت قرآن کریم زبان پر جاری رہتا - مسیح موعود کا جب ذکر کرتے ایک خاص جذبہ اور خاص طرز سے ذکر کرتے سننے والے کے قلب پر بغیر اثر کے نہ رہتا ؛

جب کبھی بیمار ہوتے تو بہشتی مقبرے کا ذکر کرکے خوش ہوتے - اور اگر کوئی دوائی پلانے کیلئے آتا - تو کہتے کہ مجھے تم کیوں وہاں جانے نہیں دیتے مرحوم کو موت سے کوئی ڈر نہ آتا تھا - بلکہ وہ خدا کے سچے عاشقوں کی طرح موت کو خدا کے وصال کے رستہ میں ایک پردہ اور حجاب سمجھتے تھے اور یہی چاہتے کہ کب یہ پردہ چاک ہو - اور خدا اور اس کے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی صحبت کے مزے لیں ؛

آخر وہ بھی دن آگیا اور مرحوم نے اپنی دیرینہ آرزو کو حاصل کرلیا مرحوم بہت ہی خوش نصیب تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول اور ثانی کے زمانے کو بھی پایا - اور اول المومنین میں سے ہوا - مرحوم کا جنازہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھا - اور حضرت مسیح موعود کے قدموں میں جگہ پائی - اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے - اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین ؛

---

## مالاباری احمدی تاجر

اگر ہم ایک دوسرے احمدی کی اس طرح مدد کریں کہ ایک چیز جو ایک احمدی سے ملسکتی ہے - اسی سے خریدیں - تو یہ بات ہم میں ایک اتحاد اور محبت پیدا کرنے کے علاوہ ہماری ترقی کا باعث ہوسکتی ہے - جو قومیں آج ترقی کے میدان میں بڑھ رہی ہیں - وہ سب کی سب اسی اصول کے اوپر کام کر رہی ہیں - کہ جسقدر اشیاء ان کو اپنی ضرورت کے لئے اپنی دوکانوں میں سے میسر آسکتی ہیں - وہ وہیں سے ہی خریدتی ہیں ؛ اس طرح سے جہاں ایک طرف ان کا روپیہ اپنی جماعت یا اپنی قوم سے باہر نہیں جاتا - وہاں وہ روپیہ قوم کے ایک طبقہ کو اور مضبوط بنا دیتا ہے - سلسلہ عالیہ احمدیہ خدا کے فضل سے آج ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے - اور دنیا کے گوشوں گوشوں میں احمدی پڑے ہوئے ہیں ! دیگر اقوام کے لوگ ان سے تجارت شرح صدر سے نہیں کرتے کیونکہ وہ احمدی ہیں - اگر احمدی احباب ہی اس طرف توجہ کریں - تو قومی رنگ میں بہت فائدہ حاصل ہوسکتا ہے - مالابار میں ہمارے بھائیوں نے بہت تکلیفوں کو برداشت

کرکے اب بعض تجارتوں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے - دو احمدی دوستوں نے کپڑے کے کارخانے جاری کئے ہیں - جنمیں عمدہ کوٹوں کے کپڑے - عمدہ سنگیں - دھوتیاں - چادریں - خیموں کیلئے کپڑے - ہر ایک چیز تیار ہوتی ہے - میں نے کارخانے بچشم خود دیکھے ہیں - کپڑا بہت عمدہ بُنتے ہیں - اس طرح مچھلی کا تیل سونے کی انگوٹھیاں بہت خوبصورت بنائی جاتی ہیں - چھ روپے سے لیکر اوپر تک کالی مرچ - ناریل کا تیل - سپاری - یہ اشیا ہیں جنکی تجارت احمدی برادران ملابار کرتے ہیں - جو احباب ان کے ساتھ لین دین کرنا چاہیں وہ مجھ سے خط وکتابت کرکے پتے حاصل کر سکتے ہیں - اس طرح سے کپڑوں کی ایجنٹیاں مل سکتی ہیں - ایجنٹی کے قواعد بھی مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں - ہر ایک جواب طلب امر کے لئے جوابی کارڈ یا دو پیسے کے ٹکٹ ارسال کرنے ہونگے ؛ والسلام (شیخ محمود احمد)



## منتخبات

## یہودیوں کو فلسطین میں قومی وطن بنانے کی اجازت

انگلش زیانسٹ فیڈریشن" کی کونسل کے ایک خاص جلسہ میں جو پچھلی ولایتی ڈاک کے ہفتہ میں بسبب پنجشنبہ کو یہودیوں کے سنٹرل آفس لندن میں منعقد ہوا تھا - ڈاکٹر ویزمان نے یہودیوں کی صورت حال پر تقریر کی انہوں نے یہ کہا کہ میں اس بے صبری کو پورے طور پر تسلیم کر سکتا ہوں - جو یہودی حلقوں میں اس وجہ سے ظاہر کی جا رہی ہے - کہ علاقہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی سیاسی کو عملی تدابیر اختیار کرنے کے متعلق اب تک کوئی اعلان نہیں ہوا ہے - مسئلہ مشرق کی قریب کے متعلق کانفرنس صلح کے بغیر مستقل ہونے کی وجہ سے مشکل پیدا ہو گئی تھی - لیکن اس بات پر میں اظہار مسرت کرتا ہوں - کہ میں یہ کہنے کے قابل ہوں - کہ گورنمنٹ برطانیہ نے فلسطین کے حکام کو اطلاع دی ہے - کہ فلسطین میں یہودیوں کا وطن قائم کرنا جیسا کہ مسٹر بالفور کے قابل یادگار اعلان میں ظاہر کیا گیا ہے - ایک مکمل واقعہ سمجھنا چاہیئے"

یورپ میں یہودیوں کی صورت حال جنگ کے زمانہ سے اس قدر زیادہ خراب ہے - کہ ایسی اب تک کبھی نہیں ہوئی اور اسلئے انہیں فلسطین کے متعلق اپنی کوششوں کو اور بھی زیادہ سرگرم کر دینا چاہیئے - انہوں نے اپنی تدابیر کا خاکہ یہودیوں کی معمولی حالت کے موافق بنایا تھا جنمیں ہمیشہ ایک حد تک جور وظلم شامل رہتے ہیں ؛ لیکن اس زبردست بربادی نے جو گذشتہ ۱۸ ماہ کے اندر مشرقی یورپ اور خصوصاً روس میں ہوئی ہے - انکا ایک ایسے کام سے سامنا کرا دیا ہے جو ہرگز روکا نہیں جا سکتا"

تارکان وطن کو تنبیہ - ڈاکٹر ویزمان نے بیان کیا کہ یہودی لیڈروں پر زور ڈالا گیا ہے - کہ لاکھوں کی تعداد میں ترکِ وطن کرنے کی تیاری کریں - لیکن اپنی ہر دلعزیزی کھونے کا خطرہ اٹھا کر بھی میں اپنی قوم کے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرنے پر مجبور رہوں - کہ ہماری بہتری ماہروں کی رپورٹ کے موافق آئندہ پانچ سال تک بھی یہ نا ممکن ہوگا - کہ فلسطین میں اس تعداد کے ایک حصہ کو بھی جگہ مل سکے جو اس وقت وہاں جانے کیلئے تیار ہے - مجھے اس بات کا یقین ہے - کہ صلح کانفرنس ہمارے لئے ایسی شرائط منظور کریگی جو ہمیں آہستہ آہستہ فلسطین میں ایک یہودی دولت مشترکہ بنانے کے قابل کر دینگی ہمیں فلسطین کو ایک مستقل سیاسی وجود بنانے پر زور دینا پڑیگا - اور یہ ایسی سرحدوں کیساتھ ہونا چاہیئے جنمیں معقول ترقی کرنیکا موقع ملیگا - نیز اس قسم کی شرائط ہونی چاہییں جس سے ملک میں تارکان وطن کیلئے زیادہ گنجائش پیدا ہو سکے - نقل

# حالاتِ زمانہ اور ضرورتِ مصلح

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس وقت اسلام پر ایک بھاری اعتراض یہ تھا۔ جو ہر ایک سینہ میں جاگزیں تھا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ اور ہر ایک زمانہ میں اسکی ترقی صرف تلوار کی قوت سے حاصل ہوئی۔ اور اگر پھر اس کو ترقی ہوئی تو بازو کے زور سے اور زبردستی کے ساتھ یہ خیال اس قدر رائج ہو گیا تھا۔ کہ اسلام کا نام ریلیجن آف دی سورڈ یعنی تلوار کا مذہب ہو گیا تھا۔ مخالفین کا یہ خیال مسلمانوں کے خیالات سے بھی تائید حاصل کرتا تھا۔ اور بہت سے مسلمانوں کا یہی خیال تھا۔ کہ پہلے بھی اسلام تلوار کے زور سے ہی پھیلا۔ اور آئندہ بھی تلوار کے ساتھ ہی پھیلیگا۔ ایک خونخوار مہدی تلوار کو ہاتھ میں چمکاتا ہوا نمودار ہوگا۔ اور اسرائیلی مسیح بھی امت محمدیہ میں آکر اپنی نرمی اور حلم کو بالائے طاق رکھ کر خونخواری اور خونی طبیعت حاصل کر لیگا۔ اور قتل کفار میں اسلامی مہدی کا ہاتھ بٹائیگا یہ ایک ایسا خیال تھا جسنے اسلام کی صداقت پر ایک تاریک حجاب ڈالا ہوا تھا۔ اور مخالفین کی نظروں میں اسلام کو سخت بدنام کر رکھا تھا۔ اور ممکن نہیں تھا۔ کہ کسی طرح یہ الزام دور ہوتا۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ از سر نو ایک ہادی کو مبعوث نہ فرماتا۔ جو عملی طور پر اس اعتراض کو دور کرے۔ اسلام کی تعلیم کو سب مذہبوں کی تعلیم سے بالا تر دکھا دے۔ اور اپنے نمونے کارروائی اور کامیابی سے ثابت کر دے۔ کہ صرف اسلام ہی انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہ مذہب دنیا میں مقبول ہؤا۔ اور ہمیشہ یہ مذہب اپنی روشنی حکیمانہ اصول اور پسندیدگی کی وجہ سے لوگوں کو اپنی

طرف کھینچتا رہا ہے۔ اور کھینچتا رہیگا۔ اس کی اشاعت کے لئے کسی جسمانی حربہ کی ضرورت نہیں

ایک اور نقص جو اس زمانہ میں پیدا ہو گیا تھا۔ وہ یہ ہے۔ کہ سب لوگ کیا مسلمان اور کیا عیسائی کیا ہندو اور کیا دوسرے مذاہب باطلہ کے پیرو غرض کل دنیا اس خیال پر قائم تھی۔ کہ خدا کا مکالمہ۔ الہامات اور وحی کا سلسلہ یہ سب پچھلے زمانے کی باتیں ہیں۔ ان امور کے تجربہ کار آئندہ پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں ان انعامات کے حصول کی خواہش اب ایک خیال محال ہے۔ کوئی انسان ان درجوں کو حاصل نہیں کر سکتا غرض گویا اب خدا تعالیٰ ہمیشہ کیلئے خاموش رہیگا۔ یہ خیال ایک سخت شرک کا خیال تھا۔ اور خدا تعالیٰ پر بہت سی مہلک بدظنیوں کا موجب تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اس شرک کی بھی عملی کارروائی کے ذریعہ بیخ کنی کرتا۔ ان خیالات باطلہ کا بکلی استیصال کر دیتا۔ ایک ملہم و مؤید من اللہ کے وجود کے ذریعہ ہزارہا لوگوں کو ان نعمتوں کا تجربہ اور مشاہدہ کرواتا۔ تا ان کے ایمان تازہ ہوں اور ان کی آنکھوں کو بصیرت حاصل ہو۔ بعض لوگ مثلاً برہمو تو اس حد تک پہنچ گئے تھے۔ کہ ان سب امور کا وجود سرے سے انکار ہی کر بیٹھے تھے۔ سو ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ منہاج نبوت پر ایک سلسلہ قائم کر کے ان کی آنکھوں کو کھولتا ٭

ایک اور نقص یہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ بسبب بعد زمانہ نبوت لوگوں کے ایمان بہت کمزور ہو گئے تھے ٭ اور وہ جنت کا وارث کرنیوالا ایمان اور وہ خدا کو دکھانیوالا عرفان جو صحابہ کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کے بے نظیر اثر اور آپکی تائیدات اور نشانات کے مشاہدہ سے

حاصل ہوا تھا۔ وہ اب دنیا سے نابود تھا۔ جسکی وجہ سے اس زمانہ کے لوگ سخت ظلمتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے اس زمانہ میں جب کہ جسمانی عیش کے کل سامان موجود تھے۔ مگر روحانی آرام کا کوئی سامان نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ ایمان کا پودا اسی طرح نشو ونما پاتا۔ جس طرح کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب کے ریگستان میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے باران فیض سے اس پودے نے اپنی سرسبزی اور کمال حاصل کیا تھا۔ ایک اور نقص یہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ عام لوگ خصوصاً انیسویں صدی کے ضالین کا فرقہ مضلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کے منکر تھے۔ اور آپکی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جو فلاح دارین کیلئے ضروری شرط ہے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص کو برگزیدہ فرماکر اس کے ذریعہ سے اور اسکی وساطت سے تائیدات سماوی اور نشانات آسمانی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر شہادت دیتا۔ اور لوگوں کو انکار کی ہلاکت سے بچاتا۔ اللّٰھم صلے علیٰ سیدنا محمدؐ وعلیٰ امامنا احمدؑ وعلیٰ آلہما کما صلیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید آمین ثم آمین ؛

اسلامی مصلح کے ظہور کیلئے ایک اور ضرورت یہ تھی۔ کہ اسوقت ایک معقولیت کا زمانہ تھا۔ اور مختلف ذرائع سے کل دنیا کے لوگ ایک جماعت بنے ہوئے تھے۔ اور تبادلہ خیالات سے ان کے خیالات میں بہت آزادی پیدا ہو گئی تھی ایسے حال میں جب نئے تعلیم یافتہ اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات سنتے تھے۔ اور ان اعتراضات کے مقابل پر مسلمانوں کے علماء سے جو عقل کے دشمن اور جہالت پسند تھے۔ کوئی تسلی بخش جواب نہیں پاتے تھے۔ اور نہ ان کے اعمال میں کوئی اسلامی روشنی کا کرشمہ مشاہدہ کرتے تھے۔ تو طبعاً وہ اسلام کی طرف سے بدظن اور کفر کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ یا تو کھلم کھلا مخالفین کے گروہ میں جا شامل ہوتے۔ یا اپنے اندر گندے اور نجس خیالات کا ذخیرہ رکھتے جو ان کے بدن کو بدبودار کر دیتا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ زمانہ حال کے مناسب حال ایک شخص مامور ہوتا۔ جو نہ صرف معقولیت کے ساتھ۔ اسلامی انوار اور حکمتوں کو ظاہر کرتا۔ اور مذاہب باطلہ کے بطلان اور کذب کو روشن کرتا بلکہ اسلامی روحانیت کے عملی ثبوت اور نمونے پیش کرتا۔ رات کے بعد دن چڑھتا ہے۔ اور اندھیرے کے ساتھ روشنی آتی ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں ہر ایک قسم کے ظلم اور فساد کی ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ اور برّ و بحر فاسد ہو گیا تھا۔ سو ضروری تھا کہ زمین کے ظلم کے ساتھ پُر ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ اسکو عدل اور انصاف کے ساتھ پُر کرتا۔ اب ہر ایک قسم کا ظلم انتہا تک پہنچ گیا تھا۔ شرک کے ظلم عظیم کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ایک عاجز عورت کے بیکس بیٹے کو جو شام کی ایک گمنام بستی کا رہنے والا تھا خدا بنایا گیا۔ خدا کا بیٹا بنایا گیا۔ اس خداوند ذوالجلال زمین و آسمان کا جلیل الشان حاکم ذوالاقتدار قرار دیا گیا۔ اور پھر اسی قابل نفرت خیال کی اشاعت میں حیوانوں کو نوکر اور مالوں کو پانی کی طرح بہا کر اور زمین کے ہر ایک کونے میں جاکر کوششیں کیں۔ اور بے شمار روحوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا

پھر تکذیب انبیاء میں یہ کمال دکھلایا۔ کہ اپنے فرضی یسوع کو جو صلیبی موت خدائی کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور سید النبیین فخر الاولین والآخرین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ امامنا وبارک وسلم کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ وہ کچھ کیا۔ جسکی سزا میں خدا تعالیٰ نے انکو وہ مزے چکھائے جن کے وہ مستحق ہیں۔ اور اپنے خدا کی تقدیس کیلئے کل انبیاء کی معصومیت پر حملے کئے۔ کتب الٰہی کی تحریف کی۔ اور اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کو بطور الہامی صحیفوں کے پیش کیا۔ پھر باہمی تعلقات میں اس زمانہ کے لوگوں نے ظلم کو انتہا تک پہنچا دیا۔ غیروں کے حقوق کی کچھ رعایت نہیں کرتے۔ جور و ستم و نفس پرستی۔ کذب۔ دغا بازی۔ اور ہر ایک قسم کے برے اعمال میں بڑی مشاقی دکھلائی گئی اس لیے ضروری تھا کہ ایسی صورت میں ایک روشنی آسمان سے اترکر دنیا کو عدل۔ امن اور آرام سے پرکر دیتی۔ ایک اور نقص جو پیدا ہو گیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ دعا سے لوگ غافل ہو گئے تھے۔ اسکی ماہیت سے ناآشنا، اور اس کے اثر سے [illegible]۔ گویا ایک عظیم الشان اسلامی اصول لوگوں کو بھول گیا تھا۔ جس کی نسبت ہم یہ سچائی اور انصاف کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نظام عالم کا بہت حصہ اس مسئلہ دعا پر ہے۔ لوگ نہیں جانتے تھے کہ کس طرح دعا خدا کی رحمت کو کھینچتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ ایک دعا کی خاطر عدم سے اسباب کو پیدا کرتا ہے۔ اور بہت سی موجود چیزوں کو معدوم کر دیتا ہے۔ کسطرح یہ دعا مصیبتوں کے وقت میں کمر کو قوت بخشتی اور دلوں میں ہمت پیدا کر دیتی ہے غرض اسلام کا ایک بڑا جزو جو دعا ہے۔ چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ بھی مسئلہ کو پھر از سرِنو تازہ کرے۔ اور ایک مقرب کی دعاؤں کو منظور فرما کر دعا کی عظمت اور خدا کے حضور میں اضطراری دعاؤں کے شوق کو لوگوں کے دلوں میں قائم کرے۔

ایک اور بڑا نقص یہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اسلام کی روحانیت بالکل گوشۂ عدم میں پھینکدی گئی تھی۔ اسلام صرف چند ظاہری بے مغز رسموں اور چند محض زبانی اقراروں کا نام ہو گیا تھا۔ نماز کی تعریف یہی تھی کہ جسم کو چند خاص ہیئتوں میں رکھا جائے۔ اور اس گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ جو دو ہونٹوں کے اندر جولان کرتا ہے۔ چند مخصوص مقررہ الفاظ کو (خواہ کیسی ہی پھرتی کیساتھ) ادا کر دیا جائے یہودیوں کی طرح ظاہری رسوم کی پابندی میں تو حد سے بڑھ گئے تھے۔ مگر حقیقی روح ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ چند دعاؤں کو بھی نوذی شعور انسانوں کی طرح بلکہ جنگل کے طوطوں کی طرح مقررہ تعداد تک بغیر کسی کمی بیشی کے پڑھ چھوڑتے تھے مگر انکی زبان کے ساتھ ان کے دل شامل نہیں ہوتے تھے غرض اسلام صرف ایک پوست رہ گیا تھا۔ جس میں سے مغز کا ڈھونڈنا دشوار تھا۔ اسی وجہ سے یہ پاک مذہب بہت سے اعتراضوں کا نشانہ بن گیا تھا سو ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے ایک مصلح کے ذریعہ پھر مسلمانوں میں روحانیت کی روح پھونکتا اور انکو کی توجہ مغز اسلام کی طرف کھینچتا۔

اور اسلام کو جو ایک تنگ اور رسمی مذہب بنا دیا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ ان حدود کو توڑ کر اسلام کی آزادی فراخی اور سہولت کو لوگوں پر ظاہر فرماتا۔ اور پچھلے زمانہ میں جو خلاص فرقوں میں اپنے خاص بندوں کو بعثت فرما کر ان پر احسان کرتا رہا۔ اس دنیاوی ترقی کے زمانہ میں بھی جبکہ کل دنیا کے لوگ ایک قوم

کی طرح بن گئے ہیں - اور انہوں نے دنیاوی علوم کی بہار کو انتہا تک پہنچا دیا ہے - مگر آسمانی سلسلہ یعنی نبوت کے علوم سے محض جاہل ہیں - اور نہیں جانتے کہ ان آسمانی امور میں خدا تعالیٰ کے کیا قواعد اور سنن ہیں - چاہئے تھا کہ خدا تعالیٰ اسی قوم کا اور اسی طرز پر ایک سلسلہ قائم کرکے ان لوگوں کو آسمانی اور اسلامی علوم کی واقفیت بخشتا ہے

ایک نقص یہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمانوں میں وحدت اور اخوت نہیں رہی تھی - اور یہ اخوت ابھی صورت میں پیدا ہو سکتی تھی - کہ ایک کامل انسان پیدا ہوتا جو ان کا امیر بنتا - جسکے اتباع سے اور جسکی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے اور اسلامی جوش اور حمیت کے پیدا ہونے سے مسلمانوں میں وحدت پیدا ہوتی ؛

ایک نقص یہ تھا - کہ مسلمانوں میں بہت سے مذہبی اختلافات پیدا ہو گئے تھے - اور ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کر رہا تھا - سو ضروری تھا - کہ خدا کی طرف سے ایک حکم عدل پیدا ہوتا جو ان اختلافات کا انصاف کے ساتھ فیصلہ فرماتا ؛

اسلام جیسے پاک مذہب کی تو یہ قابل افسوس حالت ہو گئی تھی - دوسرے مذاہب باطلہ کا کیا ذکر - کیا اعتقادات کے لحاظ سے اور کیا اعمال کے رو سے سب صراط مستقیم سے ہزاروں لاکھوں کوس دور بیٹھے ہوئے تھے - اور کسی میں بھلائی کی بو بھی نہ تھی مگر باوجود اس ضلالت کے سب مذاہب کا ہندوستان اور خصوصاً پنجاب کے میدان میں ایک جنگ عظیم شروع ہو گیا تھا - سو ضروری تھا - کہ خدا تعالیٰ کے سچے مذہب کی حمایت میں آسمان سے ایک جنگی بہادر ہر ایک ضروری اور مناسب ہتھیار سے مسلح ہو کر عین میدان جنگ میں نزول فرماتا - سو الحمد للہ

کہ ایسا ہی ہوا - اور پھر خدا کا ہزار ہزار شکر کہ اس عاجز کو آنحضرت کی معیت نصیب ہوئی - خدا تعالیٰ بندہ کے گناہوں کو بخشے - اور نقصوں کو معاف فرماوے اور حضور کی صحبت کے فیوض سے بہرہ کامل عطا فرماوے اور کبھی آپ سے جدا نہ کرے آمین ثم آمین

(خاکسار شبیر علی)

## دفتر الحکم کی نئی مطبوعات



فضلہ تعالیٰ ذیل کتابیں دفتر الحکم میں نئی چھپکر تیار ہو چکی ہیں احباب کو چاہئے - کہ جلد درخواستیں بھیجکر منگوا لیں ؛

**قول الفصیح** حضرت مخدوم الملۃ مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کے سلسلہ میں دوسرا نمبر جس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر نہایت لطیف استدلال ہے - اور اسی میں پیشگوئیوں کی ہر نئے انداز سے گفتگو کی ہے - پہلی مرتبہ یہ کتاب آج سے ۱۹ برس پیشتر چھپکر مفت شائع ہوئی تھی - اب صرف چارسو کاپیاں چھاپی گئی ہیں اور ۱ روپے کاپی قیمت ہے - اہل احباب اگر چاہیں - تو اس مفید کتاب کو مفت شائع کر سکتے ہیں - تبلیغ اور سلسلہ کے لئے بہت مفید ہے ؛

**تہذیب** یہ چھوٹا سا رسالہ بچوں کیلئے لکھا گیا ہو جس میں اخلاق آداب کے سلسلہ میں طہارت اور بعض روز مرہ کی دعاؤں کی حقیقت بیان کی گئی ہے - ہر گھر اور بچے کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے - قیمت ۲ ار
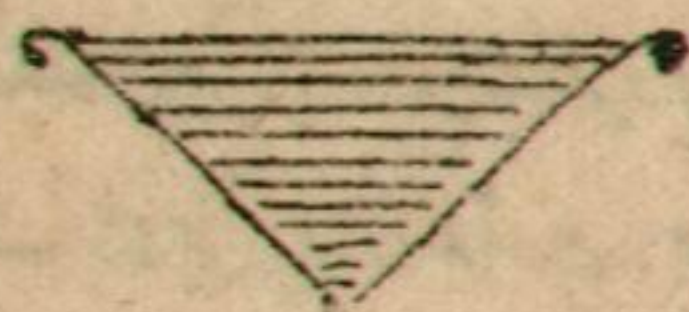
# سفرنامہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

**تبلیغی جوش** عدن اور سویز کے درمیان میری طبیعت بالکل درست ہوگئی۔ اور شیخ صاحب کو تبلیغ کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی جوش پیدا ہوا۔ اور اتفاقاً ایک اسٹرین صاحب بھی میرے پاس گپیں لگانے کیلئے آگئے۔ مگر حافظ روشن علی صاحب کی نصیحت کے مطابق میں نے باتوں سے باتیں نکالکر خنزیر کے گوشت پر بحث چھیڑ دی۔ اور میرا اسکی نسبت پہلا یہ فتویٰ تھا۔ کہ اس کا گوشت حرام ہے۔ اور نہایت ہی مضر ہے۔ تو وہ صاحب بڑے اطمینان اور متانت سے پوچھنے لگے۔ اور کہا معاف کیجئے کیا آپ نے کبھی سور کا گوشت کھایا بھی ہے میں نے کہا نہیں۔ تو وہ مجھے کہنے لگا۔ کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوگیا۔ کہ وہ بڑا ہی مضر ہے۔ میں تقریباً ہر روز ہی کھاتا ہوں۔ مجھ سے پوچھئے کہ اسکا کیا مزہ ہے۔ اور کیا نفع! اور دبی زبان میں مسکراتے ہوئے کہا کہ آپکا فتویٰ تو آپکے معتقدات کی بنا پر ہے۔ نہ کسی تجربہ کا نتیجہ۔ میں اس جواب پر سٹ پٹایا۔ اور ادھر ادھر کی اور باتوں میں اپنی سبکی کو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میرے دلکو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی۔ اور عہد کر لیا کہ یونہی خواہ نخواہ مباحثوں میں نہیں پڑونگا۔

اگرچہ بعد میں اس مسئلے پر مفصل گفتگو کرنے کے کامیاب موقع ملے ہیں۔ جیسا کہ میں آئندہ ذکر کرونگا۔ اور یہ عہد تو یونہی اسوقت کی ایک خاص حالت کا نتیجہ تھا۔

**مفت کی لڑائی** انہی دنوں میں مجھے ایک ہالینڈ کے باشندے سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ اس نے مجھے یہی پوچھا۔ کہ میں کہاں سے آرہا ہوں۔ کہاں جا رہا ہوں۔ کیا غرض ہے۔ میں نے مناسب جواب دیا اور محض چھیڑنے کی غرض سے پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہوگیا تھا۔ کہ وہ بمبئی میں دستے (ریلیجی مبھرکی) کا کام کرتا تھا۔ اور گورنمنٹ نے اسے کسی جرم پر اسے ہندوستان سے نکالدیا تھا۔ اس لئے بجائے پے در پے سوال پر سوال شروع کر دئے۔ کہ ہندوستان میں کب آئے کہاں رہتے تھے۔ وہاں کتنی دیر رہے۔ کیا کرتے تھے اس آخری سوال پر اسنے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ آپ اتنے کیوریس کیوں ہو۔ (یعنی کھوجی کیوں ہو) مجھے اسوقت ہمارے محسن و آقا حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کا قول یاد آیا۔ کہ انسان کی فطرت خواہ وہ کتنا ہی سیاہ دل کیوں نہ ہو ضرور کبھی نہ کبھی اسے ملامت کرتی ہے۔ اور اسلام کی صداقت یہی ہے۔ کہ اسمیں کوئی امر یا نہی ایسا نہیں۔ جسکے کرنے یا چھوڑنے پر انسان کو ندامت اور دکھ ہو۔ بلکہ سب اسکے احکام فطرت بشری کے مقتضیات ہیں۔

میں نے سنا ہوا تھا۔ کہ یورپ کے لوگ زنا کو عیب نہیں سمجھتے۔ اس بات کو آزمانے کیلئے کہ اسے طبعی شرم یا ندامت یا غصہ آتا بھی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے۔ کہ تم ہندوستان میں کس جگہ تھے۔ اور کیا کام کرتے تھے۔